چنبیلیوں کا شہر

مجموعۂ غزل

سیّد ناصرؔ چشتی

چنبیلیوں کا شہر

مجموعۂ غزل

سیّد ناصرؔ چشتی

یونیک لرننگ اکیڈمی

فہرست

۱۔ جب دردنہ ہو دِل میں تو لذّت نہیں مِلتی (صفحہ نمبر۳)

۲۔ لمحوں کو نہ پابندِ رفتار کیا جائے (صفحہ نمبر۴)

۳۔ پستیوں کو ارتقا کہتے رہے (صفحہ نمبر۵)

۴۔ مانند وہ ہوا کے مُجھے چھوڑ کر چلا گیا (صفحہ نمبر۷)

۵۔ خوشبو وفا کے پھول کی آواز میں مِلا (صفحہ نمبر۸)

۶۔ سفر کا سلسلہ باندھا گیا ہے (صفحہ نمبر۱۰)

۷۔ مُجھے معلوم تھا یُوں بھی محبت کا صلہ دے گا (صفحہ نمبر۱۱)

۸۔ بے وفا کے اثر میں رہتا ہے (صفحہ نمبر۱۲)

۹۔ کیا کسی کا قصور ہے بھائی (صفحہ نمبر۱۳)

۱۰۔ دُشمنی، دُشمن کرے اَور دوست عیّاری کرے (صفحہ نمبر۱۵)

۱۱۔ خریدی پھر پریشانی نہ جائے (صفحہ نمبر۱۷)

۱۲۔ اتنا پیارا وہ یار لگتا ہے (صفحہ نمبر۱۸)

۱۳۔ طبیعت آج گھبرائی بہت ہے (صفحہ نمبر۱۹)

۱۴۔ اِک ہم راز نے راز ہمارا کم فہموں میں بانٹ دِیا ہے (صفحہ نمبر۲۰)

۱۵۔ تجھ کو دِل میں سنبھال رکھا ہے (صفحہ نمبر۲۱)

۱۶۔ آئینہ اِک تیرے برابر لے آؤں (صفحہ نمبر۲۲)

۱۷۔ ایک تنکا جو سب سے کمتر ہے (صفحہ نمبر۲۳)

۱۸۔ جس وقت آنکھ آپ کی میخانہ ہو گئی (صفحہ نمبر۲۵)

۱۹۔ ہم غریبوں کو بھی دو دن زندگانی چاہیے (صفحہ نمبر۲۶)

۲۰۔ حسرتوں میں کٹ گئے ہیں زندگی کے چار دن (صفحہ نمبر۲۷)

۲۱۔ اپنے ہی خول میں چُھپ جانا اچھا ہے (صفحہ نمبر۲۸)

۲۲۔ تپتے صحرا کی وہ دِل کو آگ لا کر دے گیا (صفحہ نمبر۳۰)

۲۳۔ شانوں پہ کسی اَور کا سَر اوڑھ کے چلنا (صفحہ نمبر۳۱)

۲۴۔ دو قدم جس سے عیادت کو بھی آیا نہ گیا (صفحہ نمبر۳۲)

۲۵۔ لوگ ہیں کچھ بہکے بہکے آج بھی (صفحہ نمبر۳۳)

۲۶۔ اس کو دیکھا تھا لمحہ بھر کے لیے (صفحہ نمبر۳۴)

۲۷۔ اشک شام و سحر بہاتا ہوں (صفحہ نمبر۳۶)

۲۸۔ راستہ کوئی بھی اس کے شہر کو جاتا نہ تھا (صفحہ نمبر۳۷)

۲۹۔ سارے فتنے شور شرابے جاگ اٹھے ہیں محشر کے (صفحہ نمبر۳۹)

۳۰۔ تری چلمن سے ٹکرا کر صدا واپس چلی آئی (صفحہ نمبر۴۰)

۳۱۔ غمِ دریا کے پار اُتر جائیں (صفحہ نمبر۴۱)

۳۲۔ پت جھڑ کا بہاروں نے چلن اوڑھ لیا ہے (صفحہ نمبر۴۲)

۳۳۔ مانگی ہوئی جنت سے ویرانہ کہیں اچھا (صفحہ نمبر۴۴)

۳۴۔ رات بھر یہ چراغ جلتے ہیں (صفحہ نمبر۴۵)

۳۵۔ دوستوں کے درمیاں تھا مَیں مگر تنہا رہا (صفحہ نمبر۴۶)

۳۶۔ درد کا اِک سلسلہ دِل کے نہاں خانوں میں ہے (صفحہ نمبر۴۷)

۳۷۔ جن کے سچے اصول ہوتے ہیں (صفحہ نمبر۴۸)

۳۸۔ کسی کا جو وسیلہ مانگتا ہے (صفحہ نمبر۴۹)

۳۹۔ روشنیوں کے لالچ میں تھی آئی نظر سہانی آگ (صفحہ نمبر۵۱)

۴۰۔ آج نہیں تو کیا ہے ناصؔر ہم بھی تھے خوددار کبھی (صفحہ نمبر۵۲)

۴۱۔ جنگل ہے مگر جنتِ اشجار کہاں ہے (صفحہ نمبر۵۳)

۴۲۔ شہر میں مہکا ہوا موسم اترتا دیکھتے (صفحہ نمبر۵۴)

۴۳۔ کیوں ہم پہ تری ذات کے تیور نہیں کُھلتے (صفحہ نمبر۵۵)

۴۴۔ راتوں کی بانجھ کوکھ سے سورج نکال کے (صفحہ نمبر۵۶)

۴۵۔ وہ خود ہی کہیں پیار کا اظہار نہ کر دے (صفحہ نمبر۵۷)

۴۶۔ مال و دولت کے پجاری باوفا ہوتے نہیں (صفحہ نمبر۵۸)

۴۷۔ دہلیز بلوغت پہ ہنر پہنچ گیا ہے (صفحہ نمبر۶۰)

۴۸۔ نوا کوئی نہیں لیکن نوا کا شور سُنتا ہُوں (صفحہ نمبر۶۲)

۴۹۔ بڑی مشکل سے دل بستی میں میرا نازنیں آیا (صفحہ نمبر۶۳)

۵۰۔ مہکے ہوئے ہیں راستے خوشبو ہے آس پاس (صفحہ نمبر۶۴)

غزل

جب درد نہ ہو دِل میں تو لذّت نہیں مِلتی
یُوں بیٹھے بٹھائے ہی یہ دَولت نہیں مِلتی

اِس کا تو تعلّق ہے بہر طور دِلوں سے
بازاری دُکانوں سے محبّت نہیں مِلتی

پڑتی ہُوئی لگتی ہیں تعلّق میں دراڑیں
جِس روز ترے لب پہ شکایت نہیں مِلتی

مِل جاتے ہیں چوروں کو سرِ راہ خزانے
مزدُور کو محنت کی بھی اُجرت نہیں مِلتی

اللہ کی یکتائی پہ دال نہیں کیا یہ
انسان کی انسان سے صورت نہیں مِلتی

پہچان کا پیمانہ نیا ڈھونڈنا ہو گا
اب آنکھیں تو مِلتی ہیں بصارت نہیں مِلتی

ناصؔر یہ اُسی ذات کا احسان ہے ورنہ
ہر ایک کو ہر گام پہ شُہرت نہیں مِلتی

غزل

لمحوں کو نہ پابندِ رفتار کِیا جائے
کیوں اَور سفر اپنا دُشوارا کِیا جائے؟

تاریک فضاؤں کو سورج کا بدل کہ کر
اَب اَور نہ موسم کو بیمار کِیا جائے

حُجرے میں چھُپی باتیں کیا دال نہیں اِس پر؟
واعظ کو سرِ ممبر سنگ سار کِیا جائے

شاید کہ کمی آئے نفرت کے اندھیروں میں
سورج کی طرح روشن کردار کِیا جائے

سِکھلایا سبق ہم کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے
چھُپ کر تو نہ دشمن پر بھی وار کِیا جائے

پڑنے جو نہیں دیتا جھُگیوں پہ کرن کوئی
ہر ایک محل ایسا مسمار کِیا جائے

سوئے ہوئے لوگوں کو جھنجھوڑتے رہنے سے
سوئے ہوئے ذہنوں کو بیدار کِیا جائے

ناصؔر یہ محبّت ہی ہے سفر اُجالوں کا
پھِر کیوں نہ محبّت کا پرچار کِیا جائے

غزل

پستیوں کو ارتقا کہتے رہے
تھی گُھٹن لیکن ہوا کہتے رہے

ہم نے مقصد پر توجّہ دی نہیں
کربلا تھی کربلا کہتے رہے

آج تک سوچا نہیں سمجھا نہیں
اصل کیا تھا اَور کیا کہتے رہے

دِل میں کتنی نفرتیں اُگتی رہیں
کر بھلا ہو گا بھلا کہتے رہے

ہم قصیدہ دوسروں کی مرگ پر
اپنے ہی مرحُوم کا کہتے رہے

جانے والے پر اُٹھائیں اُنگلیاں
آنے والے کو خُدا کہتے رہے

ہو گیا جس وقت کوئی سانحہ
کیوں ہُوا کیسے ہُوا کہتے رہے

چور کا ہم نے تعاقب کب کیا؟
یہ گیا اور وہ گیا کہتے رہے
آج تک نہ مارا ناصرؔ ایک بھی
سانپ تھا رے سانپ تھا کہتے رہے

غزل

مانند وہ ہوا کے مُجھے چھوڑ کر چلا گیا
خوشبو تھا وہ دماغ کے اندر چلا گیا

تصویر کے نصیب میں اس کی کھنک کہاں؟
بُت کو یہیں پہ چھوڑ کے کافر چلا گیا

وہ تھا اُسی کے نام پہ اِک جام آخری
جس کو لگا کے آج وہ ٹھوکر چلا گیا

جُھکنا کسی کے سامنے گویا تھی خود کشی
محسوس یُوں ہوا کہ مِرا سَر چلا گیا

پھر اس کے بعد ہم کبھی گھر کے نہیں رہے
مہماں وہ ایک رات کا جب گھر چلا گیا

آنکھیں کھُلیں تو صِرف تھا بِکھرا ہُوا بدن
جانے کہاں وہ خواب کا منظر چلا گیا

دِل میں دوبارہ وہ کبھی ناصؔر نہ آ سکا
جو شخص اِس مکان سے باہر چلا گیا

غزل

خوشبو، وفا کے پھول کی آواز میں مِلا
سُر کوئی میرے پیار کے تُو ساز میں مِلا
اس گُلستاں کو دیکھنا چاہوں سدا بہار
انجام کا سرُور بھی آغاز میں مِلا
ہر چاند کے نصیب میں ہوتی ہے چاندنی
میری نظر کا حُسن بھی انداز میں مِلا
شاید تُجھے نہ چاٹ لے کافر نظر کوئی
میری نیاز بھی ذرا اِس ناز میں مِلا
وہ راز راز ہی نہیں پا لے جو دوسرا
بُھولے سے بھی نہ غیر کو اِس راز میں مِلا
تلوار کی مثال ہے تحریر کا مزاج
لہجے کی یار چاشنی الفاظ میں مِلا
عُجلت کے بعض فیصلے آتے ہیں کاٹنے
ناصرؔ سبق یہ پیار کے آغاز میں مِلا

غزل

سفر کا سلسلہ باندھا گیا ہے
مِرے پَیروں سے کیا باندھا گیا ہے
سمندر اَور کاغذ کی یہ ناؤ
ہواؤں سے دِیا باندھا گیا ہے
کِھلیں گے ٹہنیوں پر بھی شرارے
کہ لو کو بھی صبا باندھا گیا ہے
لُٹیرے محتسب ہیں یا الٰہی!
اندھیرے کو ضیا باندھا گیا ہے
کُھلا چھوڑا گیا چوروں کو لیکن
محافظ کا گلا باندھا گیا ہے
ہِلا اب تک نہیں عرشِ مُعلّٰی
مِرا حرفِ دُعا باندھا گیا ہے
مُجھے انسان سے شکوہ یہی ہے
کہ انساں کو خُدا باندھا گیا ہے

خطا آنکھوں نے کی یا دِل نے کی ہے
مُجھے دے کر سزا باندھا گیا ہے
نقیبِ عہدِ نو تھے ہم بھی ناصؔر
ہمیں ہی بے نوا باندھا گیا ہے

غزل

مُجھے معلوم تھا یُوں بھی محبّت کا صِلہ دے گا
مُجھے گُزرا ہُوا لمحہ سمجھ کر وہ بُھلا دے گا

اپاہج ساعتوں کو ساتھ لے کر مَت سفر کرنا
نہ منزل ہاتھ آئے گی نہ کوئی راستہ دے گا

مُجھے معلوم تھا اِس دَور میں یہ دَور آنا ہے
کہ رہ زَن لُوٹ لے گا لُوٹ کر پھر حوصلہ دے گا

وفا اُس کے سلیبس میں فقط اِک عارضی شے ہے
مگر جو درد بھی دے گا یقیناً دیرپا دے گا

خُدا کا ایک دروازہ ہمیشہ سے کُھلا دیکھا
خُدا سے برملا مانگو تُمھیں وہ برملا دے گا

ہمارے شہر کا قانون بھی آنکھیں نہیں رکھتا
جو خود اندھا ہے وہ تو تیری آنکھیں بھی بُجھا دے گا

اندھیرا کس قدر ہے سیخ پا تاروں کی جھلمل پر
تُمھیں جلتا ہُوا تاروں کی سینہ ہی پتا دے گا

ضروری تو نہیں ہر ایک دَر سے بھیک بھی آئے
مگر جس در پہ جائے گا گدا ناصؔر دُعا دے گا

غزل

بے وفا کے اثر میں رہتا ہے
میرا دِل بھی بھنور میں رہتا ہے

ہر خبر کے ہیں ایک سے تیور
جیسے ہر اِک خبر میں رہتا ہے

آج آیا ہے پُوچھنے خود وہ
درد بن کے جگر میں رہتا ہے

میرا چہرہ بھی میرا چہرہ نہیں
جب سے وہ چشمِ تر میں رہتا ہے

نیچی پرواز رکھنے والوں کی
اپنا گھر بھی نظر میں رہتا ہے

شام لائے گی جانے کیا کیا کُچھ
ایک کھٹکا سحر میں رہتا ہے

اس کو گھر گھر میں ڈھونڈنے والے
وہ تو تیرے ہی گھر میں رہتا ہے

وہ ہزاروں میں رہ کے ہے یکتا
سُرخی بن کے خبر میں رہتا ہے
وہ ہوا ہے مِلے گا کیا ناصرؔ؟
اِک مسلسل سفر میں رہتا ہے

غزل

کیا کسی کا قصور ہے بھائی
اپنی منزل ہی دُور ہے بھائی
تیرے سجدے بھی رِشوتوں جیسے
تیری نظروں میں حُور ہے بھائی
رشک کرنا تُجھے نہیں آتا
یہ حسد تو فتور ہے بھائی
زندگی کی رمق تو باقی ہے
تیرا مُردہ شعور ہے بھائی
تیرا رب تو قریب ہے تیرے
تُو ہی خود اُس سے دُور ہے بھائی
اِس جگہ پر جو سانپ بیٹھے ہیں
کچھ خزانہ ضرور ہے بھائی
یہ جو ناصؔر تُو جھوم اُٹھا ہے
تیرے فن کا سرُور ہے بھائی

غزل

دُشمنی دُشمن کرے اَور دوست عیّاری کرے
کس سے رکھے ربط کوئی کس سے غم خواری کرے

اپنے سائے سے بھی اُس کو لازمی ہے احتیاط
مُخبری خود جس کے گھر کی چاردیواری کرے

دوستوں نے دوستی سے یُوں کِیا حُسنِ سلوک
آدمی کو جس طرح لاچار بیماری کرے

ہم خُدا سے مانگتے ہیں بندگی کا یُوں صلہ
جس طرح بازار میں بیوپار بیوپاری کرے

ایک انساں پر مُسلّط سَو طرح کے درد ہیں
وحشتیں چاٹیں لہُو اَور ظُلم سرداری کرے

آ گیا سوداگروں کے ہاتھ دِل جیسا نگیں
جس کا جی چاہے وہ آئے اَور خریداری کرے

یُوں ورق گردانیاں کی ہیں کتابِ حُسن کی
جیسے کوئی امتحاں کی شب کو تیاّری کرے

مُنتظر ہُوں مَیں اُسی کا جِس نے پھر آنا نہیں
کیا خبر کہ اَور کیا کیا رنگ دِلداری کرے!
اُس کی ناصؔر اِس ادا کو کیا کہُوں کچھ تو کہو
ٹوٹ کر چاہے بھی مُجھ کو وار بھی کاری کرے

Thank You for previewing this eBook

You can read the full version of this eBook in different formats:

- HTML (Free /Available to everyone)
- PDF / TXT (Available to V.I.P. members. Free Standard members can access up to 5 PDF/TXT eBooks per month each month)
- Epub & Mobipocket (Exclusive to V.I.P. members)

To download this full book, simply select the format you desire below